International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

شب گزیدہ: زوال پزیر معاشرے کا آئینہ دار

ڈاکٹر سید محمد ظفر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، ذکیہ آفاق اسلامیہ کالج
سیوان، بہار، بھارت

تلخیص: " شب گزیدہ "قاضی عبدالستار کا ایک بہترین ناول ہے۔ جس میں انھوں نے اودھ کی دیہی زندگی سے وابستہ تعلقہ دار اور جاگیرداروں کی زندگی کو پیش کیا ہے۔ یہ ایک معاشرتی ناول ہے جس میں مختلف تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور سماجی مسائل کا ذکربھی ملتا ہے جس کی مدد سے ہم اس عہد کی صورت حال سے واقف ہوتے ہیں۔ آزادی ہند سے کچھ قبل جاگیردارانہ نظام جس طرح قائم تھا اس کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ قدیم و جدید کے درمیان ایک کشمکش کی صورت نظر آتی ہے۔ فنی نقطہ نظر سے بھی یہ ناول مکمل ہے۔ کردار نگاری، منظر نگاری، مکالمہ نگاری وغیرہ میں ناول نگار نے اپنی فن کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ تہذیب و تمدن اور معاشرت کی پیش کش کی وجہ سے ناول کے فن پر کسی طرح کا منفی اثر نہیں پڑا ہے۔ تہذیب و تمدن اور معاشرت کی پیش کش اس ناول کا بنیادی مقصد ہے اور ناول نگاراپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب نظر آتے ہیں۔
کلیدی الفاظ: تہذیب، تمدن، معاشرت، سماج، جاگیردار، کشمکش، انحطاط، رسم، رواج، جام نگر۔

"شب گزیدہ" (1963) قاضی عبدالستار کا اہم ناول ہے۔ جس کا موضوع آزادی سے کچھ پہلے کی انحطاط پذیر جاگیردارانہ زندگی کی عکاسی ہے۔ اس ناول میں انھوں نے جدید و قدیم نسل کے درمیان کشمکش کی صورت حال کو بھی پیش کیا ہے۔

"شب گزیدہ" کی کہانی، جام نگر، کے جاگیردار بڑے سرکار یعنی مرزا صاحب اور ان کے بیٹے چھوٹے سرکار یعنی جمی کے گرد گھومتی ہے۔ جمی نئے نظریات و خیالات کا حامی ہے اور جدید تعلیم سے آراستہ بھی۔ **وہ اپنی ریاست میں قائم پرانی** روایتوں کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے والد سے اس کے تعلق کشیدہ ہوجاتے ہیں۔

رحمت علی خاں کا کردار بھی کہانی کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ رحمت علی خاں ریاست کے مختار عام ہیں۔ انھوں نے اپنی چالاکیوں اور چالوں سے بڑے سرکار کو اپنے دام میں قید کر رکھا تھا اور ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے۔ جمی مختار عام رحمت علی خاں کے خیالات سے واقف ہوجاتا ہے۔ ان پر

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

سختی کرتا ہے اور حساب و کتاب مانگتا ہے جس کی وجہ سے رحمت علی خاں جمی کے دشمن بن جاتے ہیں اور بڑے سرکار کو اس کی طرف سے متنفر کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔

زبیدہ اور جمی کا معاشقہ بھی ناول میں موجود ہے۔ زبیدہ جمی کی پھوپھی زاد بہن ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں لیکن خاندانی اختلافات ان کے رشتے کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں اور یہ دونوں اپنی محبت کی تکمیل میں ناکام رہتے ہیں۔

بڑے سرکار نے مختار عام رحمت علی خاں کے مشورے سے جمی کا رشتہ سید صاحب کی بیٹی نادرہ سے طے کردیا تھا اور جمی کو اس کی اطلاع دی۔ جمی نے اس رشتے سے صاف انکار کردیا۔ باپ بیٹے کے اختلافات بڑھتے گئے اور آخرکار ایک باپ نے اپنے بیٹے کو مٹھائی میں زہر ملاکر دے دیا اور اسے موت کی آغوش میں پہنچا دیا اسی مقام پر آکر ناول ختم ہوجاتا ہے۔

ناول میں مختلف تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور سماجی مسائل کا بھی ذکر ملتا ہے جس کی مدد سے ہم اس عہد کی صورت حال سے واقف ہوتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرے میں بہت سی رسوم رائج ہیں۔ اودھ کا علاقہ بھی اپنی رسوم و روایات کی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ ہندوستانی تہذیب و تمدن میں جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہونے لگتا ہے تو خواتین اسے امام ضامن باندھتی ہیں۔ اسی طرح گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں بلائیں لیتی ہیں اور دعائیں دے کر رخصت کرتی ہیں۔ یہ سب ہماری تمدنی روایت رہی ہے۔ قاضی عبدالستار نے بھی اودھ کی ثقافتی زندگی کو پیش کرتے ہوئے امام ضامن باندھنے اور بلائیں لینے کی رسم کا ذکر کیا ہے، جمی اپنی پھوپھی کے یہاں سے جب اپنے گھر جانے لگتاہے تو اس کی پھوپھی اسے امام ضامن باندھتی ہیں، بلائیں لیتی ہیں اور دعاؤں کے سائے میں رخصت کرتی ہیں۔ اقتباس دیکھیں:

> ”ہاں اللہ کی شان؟ پیر کی جوتی منھ کو آنے لگے۔ کہاں راجہ بھوج، کہاں بھجوا تیلی۔“
>
> پھوپھی نے کہہ کر اس کے بازو پر امام ضامن باندھ دیا اور کچھ نوٹ اس کی جیب میں ڈال دیئے۔ جمی دزدیدہ نگاہوں سے ستون کی آڑ میں کھڑی ہوئی زبیدہ کو دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے کی اداسی سے ایک قسم کی خوشی محسوس کررہاتھا۔ پھر اپنے سلام کے جواب میں پھوپھی جان کو بلائیں دے کر اور ادھر ادھر سے سمٹ آنے والی عورتوں کی دعائیں لاد کر وہ باہر آگیا.... “ (1)

”شب گزیدہ“ میں مختلف رسوم کا ذکر ملتا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں ایک بہت قدیم رسم رائج تھی کہ بچوں کی پیدائش کے بعد اکثر و بیشتر ان کا رشتہ طے کردیا جاتا تھا۔ اس امر کو انجام دینے میں گھر کے بزرگ پیش پیش رہتے تھے۔ عموماً ہوتا یہ تھا کہ اگر کہیں لڑکی پیدا ہوئی تو پھوپھی، ممانی، خالہ، چچی وغیرہ کی طرف سے پیدائش کے موقع پر ٹھیکرے میں اشرفی ڈالی جاتی تھی اور پھر وہ لڑکی اس لڑکے سے منسوب ہوجاتی تھی۔ جمی کی پھوپھی

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

کی بیٹی زبیدہ تھی جس کے ٹھیکرے میں جمی کی والدہ نے اشرفی ڈالی تھی اور اس طرح جمی اور زبیدہ کا رشتہ طے ہوگیا تھا لیکن بعد میں، جام نگر، اور، سکندر پور، والوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے جس کی وجہ سے ان کا ملنا جلنا ختم ہوگیا لیکن ان دونوں بچوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ پروان چڑھتا رہا:

"..... اس کے دل کے منھ پر ایک اندیشہ اپنا پھن اٹھا ئے اسی طرح بیٹھا رہا۔ تمہاری امی نے اس کی پیدائش پر ٹھیکرے میں جو اشرفی پھینکی تھی اس کا چھنا کا یہ بھول نہ گئی ہو۔ وہ وسیع علاقہ اور بے انتہا دولت جس کے تم تنہا وارث ہو اس کی نظر سے اتر نہ گئی ہو۔ جام نگر اور سکندرپور کی لڑائیوں میں کہیں اس دل کے طاق پر رکھا ہوا مٹی کا دیا بجھ نہ گیا ہو..... " (2)

اودھ کے علاقے میں خاص کرکے لکھنؤ اور اس کے اطراف میں محرم الحرام کو کافی دھوم دھام سے منانے کا رواج رہا ہے۔ لکھنؤ کے محرم کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ "شب گزیدہ" میں بھی محرم الحرام کے موقع پر ہونے والی تیاری، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، ماتم اور سبیل وغیرہ کی تقسیم کو بہت تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ جس کی مدد سے ہم اس عہد میں قائم محرم الحرام کے سلسلے میں کی جانے والی تیاریوں سے آگاہ ہوتے ہیں:

"..... جوان جوان لڑکیاں اتنے زور زور سے ماتم کرنے لگیں کہ چمن آرا اور شبو ایک دوسرے کا منھ دیکھتی رہ گئیں۔ جمی اور اختر بھائی تک کمرے سے باہر نکل آئے اور اوپر ہی سے ریلنگ پر جھک گئے اور دالان میں ہوتا ہوا ماتم دیکھنے لگے۔ پھر جب دھوپ نکل آئی تو سکندر پور کا موٹر ڈیوڑھی پر اور کندولی کا ہاتھی شیش محل پر لگ گیا۔ یہاں سے وہاں تک میدان میں شامیانہ کھڑا تھا جسے مرزا صاحب کے مرحوم باپ نے گورنر کی دعوت کے اہتمام میں بنوایا تھا۔ ڈیوڑھی کے سامنے قناتیں لگی تھیں تاکہ عورتیں بھی مجلس کی نعمت سے فیض یاب ہوسکیں۔ کار چوبی کے نمگیرے کے نیچے چاندی منڈھا ہوا چھوٹا سا منبر رکھا تھا جس پر لکھنؤ سے بلوائے ہوئے اغن صاحب اپنے خاص انداز میں حضرت حُر کا مرثیہ پڑھ رہے تھے۔ میر صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ عورتوں کے حصے سے بھی سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں ... " (3)

"شب گزیدہ" میں جاگیردارانہ نظام میں قائم عیش کوشی اور عورت پرستی کی خامیوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اس وقت کے معاشرے میں اونچے گھرانے کے لوگ مختلف عورتوں سے تعلقات رکھتے تھے۔ داشتائیں رکھتے تھے اور اس حرکت کو اس سماج میں برائی تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ بعض لوگ تو اس حد تک گرے ہوئے تھے کہ اپنے مفاد کے حصول کے لیے اپنے گھر کی عورتوں کو بھی اپنے آقاؤں کے سامنے پیش کرتے تھے جس کی مثال مختار

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

عام رحمت علی خانہیں۔ بڑے سرکار اکثر و بیش تر رات کے وقت رحمت علی خاں کے گھر جاتے جہاں ان کی خاطر مدارات اس گھر کی خواتین کرتیں۔ مہرن اور چندا سے بڑے سرکار کے تعلقات تھے۔ ایک رات انھوں نے مہرن کے گھر شبو کو دیکھا جس پر نیا نیا شباب آیا تھا۔ بڑے سرکار کی گفتگو سے اس معاشرے کے افراد کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

"..... آج کل شبو پر بڑا رنگ آیا ہوا ہے۔"
سرکار نے ایک قتلہ منھ میں رکھ کر مچھلی کی پلیٹ مہرن کی طرف بڑھا دی۔
مہرن نے پلیٹ میز پر رکھ دی اور بوتل کا کاگ کھولنے لگی۔ چندا چمک کر بولی۔
"آج سرکار کی نظروں سے رال ٹپک رہی ہے۔"
"ہاں ذرا پکارو..... اچھی لگ رہی ہے۔"
"اے شبو! ذرا چٹنی دے جاؤ۔"
اس بار وہ سر کو ڈھکے ہوئے شرماتی آئی اور طشتری رکھ کر جانے لگی کہ
سرکار بولے۔ "اِدھر بیٹھ..... ذرا انگلیاں مل۔" (4)

"شب گزیدہ" میں ناول نگار نے جہاں اونچے گھرانوں، نوابوں، جاگیرداروں کی معاشرت، طرز زندگی، معمولات زندگی اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی عکاسی کی ہے وہیں سماج کے پسماندہ طبقے کے افراد کی زندگی کو بھی پیش کیا ہے:

".... تم جانو ں کوئی پندرہ دن ہوئے یہاں سے گئے۔ ٹھاکر نے اپنے مکان کے پچھواڑے بنگلے میں ہم پنچوں کے لیے انتجام کردیا۔ سویرے اٹھ کر کوئی پنسیری بھر دودھ پینے کو ملتا ۔ دوپہر میں دال، بھاجی، روٹی گیہوں کی، پھر سام کو پوری کلیا۔ دارو کا کوئی حساب نہیں پیو پیو اور نہائے لیو تو ایک دن یار میرے میں اتنی چڑھائے گوا کہ رام چرن بھائی مار مار کے کچومر نکال لہن.... " (5)

قاضی عبد الستار نے 'جام نگر' کے کچھ ایسے زمین دار خاندان کی عکاسی بھی کی ہے جو پہلے تو خوش حال تھے لیکن وقت نے ان کے حالات تبدیل کردیئے۔ وہ اب مجبور تھے۔ نہ تو ان کے پاس تعلیم تھی اور نہ ہی وہ محنت مزدوری کرسکتے تھے۔ خاندانی جاہ و حشمت اور تمدن کی پاسداری کرنا ان کے لیے ضروری تھا چنانچہ وہ صرف چند بیگھہ زمین پر گزر بسر کرنے کے لیے مجبور تھے۔ اقتباس دیکھیں:

"تھوڑی دور پر میدان میں پہاڑ ایسے جوان لڑکے مخملی ٹوپیاں پہنے ڈنڈوں پر تعویذ باندھے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے اور قرآن شریف کی قسمیں کھا رہے تھے اور پھبتیاں کس رہے تھے۔ ٹوٹی پھوٹھی کچی دیواروں کے پیچھے مجبور اور محزون مغل آباد تھے۔ تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بانس کے گول گول صندوقچے

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

تھے۔ ان میں رفو کئے ہوئے تن زیب کے کرتے، کڑھے ہوئے پلّے اور جامدانی کی ایک آدھ شیروانی دفن تھی۔ یہ نوکری نہیں کرسکتے تھے کیونکہ جاہل تھے، یہ مزدوری نہیں کرسکتے تھے اس لیے کہ ان کے باپ دادا زمیندار تھے اور یہ جام نگر چھوڑ کر بھی نہیں جاسکتے تھے کیونکہ ان کے پاس دس بیس بیگھہ زمینوں پر مشتمل زمینداریاں تھیں.... " (6)

قاضی عبدالستار نے "شب گزیدہ" میں کہیں کہیں بہت طویل طویل واقعات بیان کیے ہیں جس کی وجہ سے کہانی کا حسن متاثر ہوا ہے۔ یہ بیانات قاری کی طبیعت پر گراں گزرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ واقعہ مسلسل بیان ہورہا ہے اور ا س میں نہ تو کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی کوئی خوبصورتی:

".... فیجو کے چچا نے ا س کی لاش گاڑی پر لادی اور روتا ہوا چلا آیا۔ سارے جام نگر میں اس خبر نے دہشت پھیلا دی۔ رحمت علی خاں کا منھ لمبا ہوگیا۔ دلے شاہ اور رام چرن کو سانپ سونگھ گیا کیونکہ فیجو کا چچا علادین کہہ رہا تھا کہ وہ گورا تھا جو پچھلی گرمیوں میں آیا کرتا تھا اور چھوٹے سرکار کے ساتھ شکار کھیلا کرتا تھا۔ علادین تو گھنٹوں اس کی بندوق لادے جنگل میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ تو کہتا تھا کہ گورے نے بندوق چلانے سے پہلے فیجو کو پکارا بھی تھا اور اس کے ساتھ وہ بھورا بھورا سپاہی بھی تھا جو جام نگر میں مدتوں رہ چکا تھا.... " (7)

قاضی عبدالستار کے یہاں زبان و بیان کا بالکل منفرد انداز نظر آتا ہے۔ پورا ناول تو سادہ اور سلیس زبان میں ہے لیکن کہیں کہیں انھوں نے داستانوی انداز بھی اختیار کرلیا ہے لیکن اس سے ناول کے بیانیہ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جمی زبیدہ سے اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"میں.... میں کیوں پریشان ہوں، تم سے کیا کہوں۔ بس یہ سمجھ لو کہ میری ہوا مجھے سلانے کے لیے ایک کہانی کہا کرتی تھی۔ میں اسی کہانی کا شہزادہ ہوں۔ میں اپنی آنکھ کے طوطے کی زبانی ایک شہزادی کا ذکر سن کر عاشق ہوگیا ہوں۔ اس کی تلاش میں نکل پڑا ہوں۔ کوشش کے فقیر نے راستہ بتلا دیا ہے لیکن حالات کا دیو اسے اپنے قلعے میں قید کیے ہوئے ہے اور ابو کے غضب کا دربان ننگی تلوار لیے میرے راستے میں کھڑا ہے۔ میں اس تیر کی جستجو کررہا ہوں جو حالات کے دیو اور ابو کے غضب کے روئیں تن دربان دونوں کو جہنم میں پہنچا سکے.... " (8)

قاضی عبدالستار کو زبان و بیان پر مکمل عبور حاصل تھا انھوں نے جس طرح سادہ سلیس اور رواں زبان کا استعمال کیا ہے اسی طرح علاقائی بولی کو بھی اپنے ناول میں استعمال کیا ہے۔ انھوں نے کہیں کہیں مخصوص علاقائی

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

بولی کا استعمال کیا ہے جس کی تفہیم میں قاری کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر وہ اس زبان سے واقف نہیں تو اس کے مفاہم تک اس کی رسائی ممکن نہیں ہوپائے گی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"امی آج کل کے لونڈے خوب بنے ہیں..... اپنے پرکھن کیرا مجاک اڑاوت ہیں ہم توت ہیں کہ وہودن رہیں جب مرزا اور ٹھاکر میہناں عاسکی معسوکی رہے اور اب چھری کٹاری چلت ہیں۔ مل توئی کا ہے کنہرولی چھوڑ دیئے رہے؟ توری مہتاری اچھی ہیں.... " (9)

فنی نقطہ نظر سے یہ ناول مکمل ہے۔ کردار نگاری، منظر نگاری، مکالمہ نگاری وغیرہ میں ناول نگار نے اپنی فن کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ ناول کا سب سے متحرک اور فعال کردار جمی ہے جو کہ جدید تعلیم سے آراستہ ہے اس وجہ سے اس کی فکرو سوچ میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ اپنی ریاست میں بہت سی تبدیلیاں کرنا چاہتا ہے تاکہ آمدنی اور اخراجات کی صورت حال کو بہتر بنایا جاسکے۔ وہ بے جا اخراجات کو ختم کرنا چاہتا ہے اس سلسلے میں وہ اپنے والد کو مشورہ دیتا ہے کہ ہاتھی، گھوڑے وغیرہ جو ہیں ان کی تعداد کم کی جائے تاکہ ان پر ہونے والے اخراجات کو بچایا جاسکے:

"آپ کے پاس تین ہاتھی ہیں۔ ان کا شکار کے علاوہ کوئی مصرف نہیں اور بڑا شکار یہاں ناپید ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ ایک ہاتھی شوق کے لیے کافی ہے۔ گھوڑے بارہ ہیں، آپ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے، اس لیے صرف دو گھوڑے کافی ہوں گے۔ بیس جوڑ بیل ہیں اور جام نگر میں سیر (فارم) نہیں ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ چار جوڑ رکھ کر باقی نکال دئیے جائیں اس لیے کہ تقریباً تیس بتیس ملازموں کے مصارف کے علاوہ وہ منوں غلہ جو روزانہ راتب میں صرف ہوتا ہے محفوظ ہوجائے گا۔ گھر کے اندر بیس بائیس عورتیں ہیں، انھیں ہٹا کر چار باورچی رکھ لیے جائیں تو کام زیادہ خوش اسلوبی سے انجام دیا جاسکتا ہے۔" (10)

ریاست کے مختار عام رحمت علی خاں نے اپنی چالاکیوں سے بڑے سرکار کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا اور پوری ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے۔ جمی نے ان پر بہت سی پابندیاں عائد کیں، ان کے اختیارات کے دائرے کو محدود کردیا:

"جمی نے جواب دئیے بغیر سوال کیا ۔ "خزانہ کیوں کھولا جارہا ہے؟"

سپاہیوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر خاں صاحب کو دیکھا۔

خاں صاحب نے اپنے چہرے پر شگفگی کا نقاب درست کیا اور مؤدبانہ انداز میں بولے۔

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

"بڑے سرکار کے حکم کے مطابق میں آج بھی ہمیشہ کی طرح کھول رہا تھا۔"

"میں جب تک ابو سے اجازت نہ لے لوں، آپ نہیں کھول سکتے..... " (11)

جمی جو کہ اپنی ریاست کی خیر خواہی چاہتا تھا اور مختلف اوقات میں ریاست کی بہتری کے لیے کوشش بھی کرتا تھا اس کا انجام بڑا ہی درد ناک ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے والد کے ہاتھوں قتل ہوتا ہے۔ بڑے سرکار اپنے اقتدار کے نشے میں اور رحمت علی کی باتوں میں آکراتنے سفاک بن جاتے ہیں کہ اپنی اولاد کومٹھائی میں زہر ملا کر کھلا دیتے ہیناور اس طرح ناول کا سب سے اہم اور متحرک کردار اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

جمی کے والد بڑے سرکار پرانی ذہنیت کے مالک تھے۔ وہ اپنی سوچ اور خیالات میں کسی طرح کی تبدیلی کے لیے تیار نہیں تھے ۔ وہ ایک عیش پرست انسان تھے ان کے تعلقات مختلف خواتین سے تھے۔ وہ اپنے مختار عام اور رحمت علی خاں سے بہت متاثر تھے اور ان کے مشورے پر ہی سارا کام کرتے تھے۔ جمی نے جب رحمت علی خاں کے کاموں پر پابندیاں عائد کرنا شروع کردیا اور ان کے اختیارات کو محدود کردیا تو انھوں نے بڑے سرکار کو جمی کے خلاف کرنے کی کوشش شروع کردی۔ بڑے سرکار رحمت علی سے اس قدر متاثر تھے کہ انھوں نے بیٹے سے حقیقت حال دریافت کرنے کے بجائے اس کی سرزنش شروع کردی:

"یہ رویہ جو آج کل تم برت رہے ہو مجھے سخت ناپسند ہے۔ رحمت علی خاں تمہارے بزرگ ہیناور ریاست کے مختار عام ہیں۔ ٹکے ٹکے کے سپاہیوں کے سامنے ان کو ذلیل کرنا شرافت اور سیاست دونوں کے خلاف ہے۔ اگر ان کی کوئی بات تم کو بری لگے تو تنہائی میں بلا کر سمجھا دو اور ایسے لہجے میں بات کرو جو ان کے شایان شان ہو۔ سنا تم نے؟" (12)

بڑے سرکار کی شخصیت میں انانیت تھی وہ اپنے سامنے ہر شخص کو کمتر سمجھتے تھے۔ کسی کی بات کو سننا یا کسی کے مشورے پر عمل کرنا ان کی سرشت میں داخل نہیں تھا۔ وہ اپنی طاقت و قوت اور اقتدار کے نشے میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے۔ ان کا بیٹا جمی ان کو ریاست کے اخراجات کم کرنے اور زمینداری کو محفوظ کرنے کا مشورہ دیتا ہے لیکن وہ اپنے بیٹے کی کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتے:

"ابو! یہ بات میں نے اس لیے گوش گذار کی تھی کہ آئے دن اخباروں میں یہ آتا رہتا ہے کہ ہندوستان آزاد ہونے والا ہے اور ہندوستان آزاد ہونے کے بعد کانگریسی حکومت جو کام سب سے پہلے کرئے گی وہ یہ کرے گی کہ زمینداری ختم کرے گی۔"

"کیا "

ابو اتنے زور سے گرجے کہ جمی پریشان ہوگیا۔

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

''میری زمینداری چٹائی ہے؟ دری ہے؟ جاجم ہے؟ آخر کیا ہے؟ زمینداری ختم ہوجائے گی اور ہم تماشہ دیکھا کریں گے؟''

''میں کہہ رہا تھا۔''

''تو جھک ماررہا تھا۔ بدمعاش! دور ہوجا میری نظروں کے سامنے سے۔'' (13)

بڑے سرکار بے رحم اور سفاک شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اپنے اقتدار اور قوت میں کسی کی شرکت اور مداخلت کو برداشت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ ذہنیت صرف باہر کے افراد کے لیے نہیں تھی بلکہ وہ اپنی اولاد کو بھی اپنے لیے خطرہ تصور کرنے لگے تھے۔ جمی کی مداخلت جب ریاست کے کاموں میں بڑھنے لگی تو وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکے چنانچہ انھوں نے اپنی اولاد کے ساتھ ظلم و ستم کی انتہا کردی اور اسے زہر دے کر موت کی نیند سلا دیا۔

رحمت علی خاں ریاست کے مختار عام تھے۔ انھوں نے اپنی چالاکیوں سے بڑے سرکار کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور پوری ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے۔ جمی نے جب ان کے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کے دشمن بن بیٹھے اور بڑے سرکارکو اس کی طرف سے متنفر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگے:

''اب میں چار برس کا حساب کہاں سے لاؤں گا اور بنانے کو تو چار کیا چالیس برس کا حساب بنایا جاسکتا ہے۔''

سرکار نے گاؤکا سہارا چھوڑ دیا اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ریاست کا جلال ان کے چہرے پر پھٹ پڑا۔ ''یہ چار برس کا کیا قصہ ہے؟''

''چار برس کا قصہ یہ ہے کہ سرکار..... کہ چار برس قبل جب آپ پر چیف کورٹ سے تین لاکھ کی ڈگری ہوئی تھی تو آپ نے ریاست چھوٹے سرکار کے نام منتقل کردی تھی۔ اس وقت سے ریاست کے وہ مالک ہیں۔ '' (14)

رحمت علی ان اشخاص کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے مفاد کے حصول کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جمی کی سختی جب ان پر بڑھنے لگی تو انھوں نے باپ بیٹے کے درمیان اختلافات پیدا کرانے کی کوشش کی اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہے۔ انھیں اس بات کا علم تھا کہ جمی اور زبیدہ کا رشتہ بچپن میں ہی طے ہوچکا ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن خاندانی اختلاف کی وجہ سے ان دونوں خاندانوں کے درمیان ابھی دوری ہے، اگر یہ دونوں خاندان پھر سے ایک ساتھ آگئے تو ان کا گزر مشکل ہوجائے گا چنانچہ انھوں نے بڑے سرکار کو مشورہ دیا کہ جمی کو ایک ہی طریقے سے قابو کیا جاسکتا ہے کہ اس کی شادی کسی ایسے گھرانے میں کردی جائے جو ساری زندگی آپ کی جوتی سیدھی کرتا رہے :

International Journal of Indian Languages and Literature
A Peer-Reviewed Open Access Journal
ISSN : 3108-2254 IMPACT FACTOR : 4.25
Vol. 1, Issue 4 www.ijill.in July - Sept 2026

”چھوٹے سرکار کی شادی کردیجئے ۔ آناً فاناً کردیجئے اور ایسے گھر میں کیجئے
جو ساری عمر آپ کی جوتیاں سیدھی کرتا رہے۔“ (15)

جمی، بڑے سرکار اور رحمت علی کے علاوہ بھی بہت سے کردار ہیں۔ مثلاً زبیدہ، اختر بھیا، جمی کے پھوپھا، پھوپھی، مہرن، چندا وغیرہ جو ناول کے پلاٹ کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

”شب گزیدہ“ قاضی عبدالستار کا ایک بہترین اور کامیاب ناول ہے۔ جس میں انھوں نے اودھ کی دیہی زندگی سے وابستہ تعلقہ دار اور جاگیرداروں کی زندگی کو پیش کیا ہے۔ یہ ایک معاشرتی ناول ہے جس میں اس عہد کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی بھی موجود ہے۔ آزادی ہند سے کچھ قبل جاگیردارانہ نظام کس طرح قائم تھا اس کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ قدیم و جدید کے درمیان ایک کشمکش کی صورت نظر آتی ہے۔ تہذیب و تمدن اور معاشرت کی پیش کش کی وجہ سے ناول کے فن پر کسی طرح کا منفی اثر نہیں پڑا ہے۔ تہذیب و تمدن اور معاشرت کی پیش کش اس ناول کا بنیادی مقصد ہے اور ناول نگار اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب نظر آتے ہیں۔

حواشی:

1. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ س2014۔ ص: 26
2. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 22
3. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 80
4. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 40
5. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 43‘44
6. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار، ص: 124
7. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار، ص: 123
8. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار، ص: 83
9. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 143
10. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 97
11. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 46-47
12. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 61
13. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 99
14. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص: 54-55
15. شب گزیدہ۔ قاضی عبدالستار۔ ص:55